اسلام اور شخصیت پرستی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

شخصیت پرستی انسانی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے۔ اسی کی انتہائی صورت بت پرستی ہے۔ شخصیت پرستی خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ عجلت پسندی' سہل انگاری اور حصول مقصد کے لئے ہر حربہ اختیار کرلینا بھی انسانی کمزوریاں ہیں' جن کو توازن اور اعتدال پر رکھنا بڑے عزم کی بات ہے۔ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ دنیا میں مقصد براری کے لئے صرف وہی وسائل اختیار کئے جائیں جو جائز اور مستحسن ہوں۔ غلط وسائل اگرچہ حصول مقصد کے لئے کتنے ہی مناسب نظر آئیں اختیار نہ کئے جائیں۔ اصل میں اسی فرق وامتیاز کو پیش نظر رکھ کر عمل کرنا مطلوب ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے :

﴿ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾

"اللہ نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون تم میں سے اچھا عمل کرتا ہے"۔

اگرچہ ایمان بالآخرت بنیادی اسلامی عقائد میں سے ہے مگر دنیا کا عیش و آرام اور نقد سہولتیں اسے وقتی طور پر ذہن سے بھلادیتی ہیں اور مسلمان ہونے کے باوجود انسان وہ کام کرگزرتا ہے جو آخرت کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ پھر ابلیس تو ہروقت برائی کو خوش نما بنا کر پیش کرتا ہے۔ شیطان کو قرآن شریف میں "غَرُوْر" بھی کہا گیا ہے جس کا معنی ہے دھوکہ باز اور جلد باز۔ انسان بہت جلدی شیطان کے دھوکہ میں آکر غلط کام کر گزرتا ہے اور خدائی امتحان میں ناکام اور نامراد ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو یکساں صلاحیتوں کے ساتھ پیدا نہیں کیا۔ بعض لوگ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں' پھر وہ مزید محنت و ریاضت کے ساتھ معاشرے میں ایک امتیازی مقام بھی حاصل کرلیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا اور دائرہ اعتدال میں رہتے ہوئے ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا تو درست ہے مگر ایسے

لوگوں کو دائرہ انسانیت سے ماوراء (Super man) سمجھنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اچھے ڈاکٹر، قابل انجینئر، لائق استاد، عالم باعمل، ماہر کاریگر، کامیاب ہوا باز، بلاشبہ قابل عزت و تکریم بھی ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ بھی اٹھانا چاہئے۔ مگر ان کو انسانی کمزوریوں سے بالا سمجھ کر ان کے سامنے جھک جانا اور اپنی ذات کی تذلیل کرنا ہرگز روا نہیں۔ وہ تو خدائے واحد کی ایک اور صرف ایک ذات ہے جس کے سامنے خشوع و خضوع اور تذلّل جائز ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیائے کرام انسانیت کی عظمت اور بلندی کے انتہائی مقام پر ہوتے ہیں اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے درجہ کمال تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود اسلام میں اس بات کی ہرگز گنجائش موجود نہیں کہ انہیں پرستش کا حق دار سمجھا جائے۔ قرآن شریف میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ..... ﴾ (آل عمران : ۷۹)

"کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم میرے بندے بن جاؤ اللہ کو چھوڑ کر، بلکہ (وہ تو یہی کہے گا کہ) تم اللہ والے ہو جاؤ"۔

پھر اسلام نے ہمیں صرف نظریاتی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ رسول پاک ﷺ کو اس تعلیم پر عمل کا نمونہ بنا کر بھی پیش کیا۔ قرآن میں ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ "بے شک اللہ کے رسول ﷺ (کی زندگی) میں تمہارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے"۔ آپؐ اپنے وقت کے سب سے زیادہ قدر و منزلت کے حامل انسان تھے۔ آپؐ عظمت کے انتہائی مقام پر فائز تھے۔ آپؐ خدا کے محبوب اور انسانوں کے ہادی تھے۔ اس کے باوجود آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو اپنے سامنے جھکنے یا بچھنے کی اجازت نہیں دی۔ اس بات کو زیادہ واضح کرنے کے لئے حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ کو سجدہ کریں

مگر آپؐ نے پوری شدت کے ساتھ وضاحت کر دی کہ ہرگز نہیں، سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے۔ جب رسول پاک ﷺ نے اپنی پرستش کی اجازت نہیں دی تو انسانوں میں آپؐ سے بڑا کون ہے جن کی پرستش کی جائے۔ پس پرستش کے لائق تو فقط وہی ایک ہے جو کائنات کا خالق و مالک ہے، حیّ و قیوم ہے، جس کو بقا ہے فنا نہیں، جو ہر طرح کی ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری (weakness) سے منزّہ و مبرّا ہے۔ بلکہ آپؐ نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ پرستش تو میں بھی صرف اسی خدائے واحد کی کرتا ہوں اور آپؐ بھی صرف اسی کی پرستش کریں۔ آپؐ کا اسوۂ حسنہ اس ضمن میں روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپؐ اللہ کی عبادت میں دن رات لگے رہتے تھے، آپ کے دن کے عمل بھی عبادت تھے اور رات کا قیام و سجدہ بھی عبادت تھا۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا آپؐ اللہ کے محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو معراج سے نوازا اور قیامت کے روز مقامِ محمود پر فائز کرے گا مگر اس کے باوجود آپ نے اپنے کسی عقیدت مند یا رشتہ دار کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ عمل سے غافل رہے اور رسول کی نری محبت یا رسول سے خونی رشتہ ہی کو اپنی نجات کے لئے کافی سمجھے۔ ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا "اے قریشیو! اپنی خبر لو۔ میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے عبدِ مناف! میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے عباس بن عبد المطّلب! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے صفیہؓ رسولِ خدا کی پھوپھی! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا"۔ ایک بار حضرت فاطمہؓ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا کہ تم کو برا نہ معلوم ہو گا جب لوگ کہیں گے کہ پیغمبر کی بیٹی کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔

یہاں قارئین کی توجہ مسئلہ شفاعت کی طرف مبذول ہو گی۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ بلاشبہ رسولِ پاکؐ کی شفاعت امّت کے گناہ گاروں کے بارے میں حق ہے مگر وہ ایک اعزاز ہے جو رسول اکرم ﷺ کو دیا جائے گا اور آپؐ صرف ان لوگوں کے حق میں شفاعت کریں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور جن کی بخشش کرنا چاہے گا۔ آج کسی فردِ بشر کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ معلوم کر سکے کہ اس کے

بارے میں رسول پاکؐ کو شفاعت کا اِذن دیا جائے گا۔ شفاعت کے بارے میں یہی نقطہ نظر صحابہ کرامؓ کا تھا۔ اسی لئے وہ لوگ ہمہ وقت نیک اعمال میں منہمک رہے اور نظریۂ شفاعت نے ان کے اندر کسی بھی درجے میں بے عملی اور کوتاہی پیدا نہیں کی' ورنہ رسول پاکؐ کے ہمہ وقت ساتھی ہونے کے ناطے وہ آپؐ کی شفاعت کے اولین امیدوار ہونے کے بجائے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالتے اور مشقت اور تکلیف کے بجائے آرام و راحت کی زندگی بسر کرتے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبریں پختہ بنانے سے منع فرمایا۔ اس میں بھی اسی بات کی پیش بندی کی گئی ہے کہ نیک اور صالح لوگوں کی قبریں اگر باقی رہیں گی تو شخصیت پرستی کے جذبے کے تحت لوگ ان قبروں کے ساتھ وابستگی رکھیں گے اور طرح طرح کے خرافات میں لگ جائیں گے۔ اسی طرح کسی خاص قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں نظر نہیں آتا۔ خود عرب کے اندر شہر جدّہ میں اماں حوا کی قبر بتائی جاتی ہے مگر آپؐ کا جدّہ کی طرف سفر بغرضِ زیارت ثابت نہیں ہے۔ آپؐ کی زندگی میں آپؐ کے بیٹے فوت ہوئے' بیٹیاں فوت ہوئیں' دیگر رشتہ دار اور دوست فوت ہوئے مگر آپؐ نے کسی کی قبر کو پختہ نہیں کیا اور نہ باقی رکھنے کی ہدایت کی۔ ہاں قبرستان میں جانا' اہل قبور کی مغفرت کے لئے دعا کرنا اور اپنی موت کو یاد کرنے کا عمل نہ صرف آپؐ سے ثابت ہے بلکہ اس کا آپؐ نے حکم دیا ہے۔

شخصیت پرستی انسان کو فریب نفس میں مبتلا کر کے شرک کی نجاست سے آلودہ کر دیتی ہے۔ جبکہ شخصیت پرستی سے کامل اجتناب نہ صرف توحید پر پختہ یقین اور اسوۂ حسنہ کی پیروی میں مستعدی پیدا کرتا ہے بلکہ امّت کے اندر افتراق و انتشار اور فرقہ پرستی کو ختم کرنے کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ فرقوں کی بنیاد عموماً مختلف نامور اشخاص کے ساتھ حد درجہ وابستگی پر قائم ہو گئی ہے۔ جب امّت کے تمام افراد امت کے نیک اور صالح افراد کے ساتھ یکساں وابستگی رکھیں' ان کی تحقیقات اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں' مگر رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو مطاع نہ سمجھیں' یعنی واجب الاطاعت ہستی بلا اختلاف رسول اللہ ﷺ کی ہی تسلیم کریں تو جھگڑے ختم اور فرقے بھی ختم۔ اور یہی حکم اللہ تعالیٰ

کا ہے : ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾ ''پس اگر کسی معاملے میں تمہارے درمیان جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو''۔ یعنی قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ سے اس کا حل تلاش کرو۔ پس یہی دو چیزیں اتحاد و اتفاقِ امت کی بنیاد ہیں۔ قولِ رسولؐ اور آیتِ قرآن کے مقابلے میں کسی دوسرے شخص کی تحقیق کو اہم سمجھنا نہ صرف نادانی' جہالت اور گمراہی ہے بلکہ امت کے اندر انتشار و افتراق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول ہے کہ رسول پاکؐ کے فرمان کے مقابلے میں میری بات کو ترک کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود امام صاحب تلقین کر رہے ہیں کہ میری تحقیقات سے فائدہ تو اٹھاؤ مگر آنکھیں بند کر کے نہیں' کیونکہ قول فیصل میری بات نہیں بلکہ فرمانِ رسول ﷺ ہے۔ قریب قریب یہی بات اُمّت کے صلحاء نے بھی کہی ہے۔ کسی نے اپنی بات کو اس انداز میں پیش نہیں کیا کہ اسے حرف آخر سمجھ کر قبول کیا جائے۔

اگر آج ہم لوگ صلحائے امت میں سے کسی ایک دو کا انتخاب نہ کریں بلکہ سب لوگوں کی تحقیق سے فائدہ اٹھائیں۔ جن بزرگوں کے ساتھ کسی شخص کو زیادہ نسبت ہو جائے وہ دوسرے لوگوں کو اس بزرگ کے ساتھ ویسی ہی نسبت رکھنے پر مجبور نہ کریں بلکہ ان کی دوسرے بزرگوں کے ساتھ عقیدت اور محبت کو برداشت کریں تو مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی طرف مثبت پیش رفت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح بزرگوں کی قبروں کے ساتھ اگر وہی معاملہ کیا جائے جو سنّتِ مطہرہ سے ثابت ہے تو قبرپرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے اور یہی ہمارے لئے راہِ صواب ہے۔ آپؐ نے اپنی آخری بیماری کے دوران فرمایا کہ ''لوگو! تم میری قبر کو صنم نہ بنانا۔ یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔''

پس آج مسلمانوں کو چاہئے کہ شخصیت پرستی اور قبرپرستی کو چھوڑ کر اسوۂ حسنہ کو دل و جان سے فیصلہ کن تسلیم کریں اور اس کے بدلے میں اتفاق و اتحاد کی نعمت سے بھی حظ اٹھائیں اور اپنی عاقبت بھی سنوار لیں۔